ابیاتِ باہوؒ میں فلسفۂ عشق کا تجزیاتی اور تحقیقی جائزہ

محمد اقبال ثاقب/محمد اقبال شاہد

ABSTRACT:

Ishq (immortal love), is considered as an important topic among the topics of world literature. All poets and writers of the world have adorned their writings with different aspects of Ishq. Some authors wrote about Divine love and some about worldly love. Some analysed and compared Ishq and wisdom and determined the place of both. Likewise, some authors have described lover's misery and patience and lover's liking for annihilation. In this article similarities of the thoughts of Hazrat Sultan Bahu(RH) regarding various aspects of Ishq, have been discussed and analyzed.

Key words: Sultan Bahu(RH), Abyat-e-Bahu (RH), Ishq, Critical analysis.

کسی بھی ہُنر مند اور فنکار کے شاہکار میں جس چیز کی خوشبُو نہایت زیادہ اور دلکش ہوتی ہے، اسے عشق کہتے ہیں۔ بے شمار ادیبوں اور شاعروں نے اپنی نگارشات میں عشق کے بارے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس مقالے میں دو عظیم شاعروں کے فلسفہ عشق میں فکری ہم آہنگی کو بحث کا موضوع بنایا گیا ہے۔ ان میں سے ایک کا تعلق ہماری اس سرزمین (موجودہ پاکستان) سے ہے۔ ان کا نام حضرت سلطان باہُوؒ ہے جو قلعہ شور کوٹ میں ۱۶۲۷ء سے ۱۶۳۱ء کے درمیان پیدا ہوئے۔ یہ پنجابی اور فارسی کے بڑے مشہور صوفی شاعر اور نثر نگار ہیں۔ ان کا وصال ۱۶۹۰ء / بمطابق ۱۱۰۲ھ میں ہوا۔(۱)

سلطان باہُوؒ کے آبا و اجداد سیّدنا امام حسین کی شہادت کے بعد عرب سے ہندوستان تشریف لائے تھے۔ پہلے یہ بزرگ پنڈ دادن خان ضلع جہلم میں متوطن ہوئے اور وہاں کے ہندوؤں کو مشرّف بہ اسلام کیا۔ بعد ازاں شور کوٹ

ضلع جھنگ میں منتقل ہو گئے۔۔۔سلطان باہوؒ کی چند فارسی کتابوں کے نام یہ ہیں: شمس العارفین، مفتاح العارفین، محکم الفقرا، عین الفقرا، عقلِ بیدار اور دیوانِ باہوؒ۔ پنجابی زبان میں ان کی صرف ایک شعری کتاب "ابیاتِ سلطان باہوؒ" دستیاب ہے۔(۲)

دوسرے عظیم شاعر اور مصنّف کا نام مشرّف الدین مصلح بن عبداللہ، سعدی ہے، جنہوں نے ایران کے شہر شیراز میں آنکھ کھولی۔

سعدی کے آباو اجداد دینی عالم تھے۔ آپ کے والدِ گرامی کا انتقال جوانی میں ہوگیا تھا۔ سعدی نے شیراز میں علم حاصل کرنے کا آغاز کیا اور پھر بغداد چلے گئے جہاں مدرسۂ نظامیہ میں علمی پیاس بجھائی۔ آپ ایک بے چین روح کے مالک تھے اور زندگی کا ایک بڑا حصہ دُنیا کی سیر وسیاحت میں گزارا۔ سعدی کی شہرہ آفاق تصنیفات، بوستان، گلستان اور شعری دیوان کے علاوہ چند نثری رسائل بڑی اہمیّت کا حامل ہیں۔ سعدی ۶۹۰ھ. سے ۶۹۵ھ. کے دوران فوت ہوئے۔ ان کی درست تاریخ ولادت معلوم نہیں۔(۳)

زیرِ نظر مقالے میں عشقِ حقیقی، عشقِ مجازی، عقل وعشق، عاشق کی فنا پسندی اور عاشق کو زبان بندی اور صبر کی تلقین جیسے موضوعات پر حضرت سلطان باہوؒ اور شیخ سعدی شیرازیؒ کے خیالات کو بحث کا موضوع بنایا گیا ہے۔

عشقِ حقیقی:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ ان دو بزرگ شاعروں نے عشقِ حقیقی کے بارے میں کس طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں،

عشق اللہ وچ ہو مستانہ ہُو ہُو سدا الائیں ہُو — یار یگانہ مِلسی تینوں، سِر دی بازی لائیں ہُو
ذاتے نال جاں ذاتے رلیا، باہوؒ نام سدائیں ہُو — نال تصور اسم اللہ دے دَم نوں قید لگائیں ہُو (۴)

(ترجمہ) تجھے اللہ ملے گا جب تُو جان کی بازی لگائے گا۔ اور اللہ کے عشق میں دیوانہ وار اللہ ھُو، اللہ ھُو، پکارے گا۔ اے باہوؒ! اللہ کے نام کے تصّور کو اپنی سانس کے ساتھ پابند کر اور جب ذات، ذات کے ساتھ مل جائے گی تو تُو "باھو" نام کہلوانے کے لائق ہوگا۔

شیخ سعدیؒ نے بھی عشقِ حقیقی کے بارے میں ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے، فرماتے ہیں، بیت:

بہ ذکر حبیب از جہان مشتغل — بہ سودای جانان ز جان مشتغل (۵)

(ترجمہ) محبوبِ حقیقی کے عشق میں اپنی جان سے گزرنا پڑتا ہے اور معشوق کے ذکر میں دنیا سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔

شیخ سعدیؒ ایک دوسرے شعر میں جان کی بازی لگانے کا ذکر کچھ اس طرح سے کرتے ہیں، بیت:

عاشقان کشتگانِ معشوقند — بر نیاید ز کشتگان آواز (۶)

(ترجمہ) تمام عاشق، معشوقوں کے عشق کے مارے ہوئے ہیں اور مرنے والوں کی آواز بھی نہیں نکلتی

ایک اور مقام پر اللہ کی وحدانیت پر روشنی ڈالتے ہوئے، حضرت سلطان باہُوؒ فرماتے ہیں، بیت:

وحدت دا دریا الٰہی، عاشق لیندے تاری ہُو مارن ٹُبیاں کڈن موتی آپو اپنی واری ہُو (۷)

(ترجمہ) وحدت کے سمندر میں عاشق تیرتے ہیں اور وہ اس میں غوطے لگاتے اور موتی نکالتے ہیں۔

اسی طرح شیخ سعدیؒ بھی عشقِ حقیقی میں مبتلا عاشقوں کو خوش قسمت قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں، بیت:

خوشا! وقتِ شوریدگانِ غمش اگر زخم بینند و گر مرہمش (۸)

(ترجمہ) آفرین ان خوش نصیب عاشقوں کی زندگی پر جو عشقِ خدا میں مبتلا ہیں اور ان کے لیے زخم اور مرہم دونوں برابر ہیں۔

عشقِ مجازی:

حضرت سلطان باہُوؒ نے عشقِ مجازی کو پھسلن بازی کہا ہے اور اس میں گرفتار ہونے والے کو روزِ حساب ناکامی کی وعید سنائی ہے۔ لکھتے ہیں، بیت:

عشق مجازی، تِلکن بازی، پیر اوتے دھردے ہُو اوہ شرمندے ہوسن باہُوؒ، اندر روز حشر دے ہُو (۹)

(ترجمہ) عشقِ مجازی ایک طرح کی پھسلن بازی ہے اور لوگ ایسی کٹھن وادی میں قدم رکھتے ہیں، جس کی منزل روزِ حشر شرمندگی اور ناکامی ہے۔

سعدی شیرازیؒ نے بھی عشقِ مجازی کو انسان کے صبر و آرام کا دشمن اور فتنہ و فساد قرار دیا ہے۔ ان کے خیال کے مطابق اپنے جیسے مٹّی کے انسان سے عشق، گھاٹے اور نقصان کا سودا ہے۔ فرماتے ہیں، ابیات:

ترا عشق ہمچون خودی ز آب و گِل ربایدہمی صبر و آرامِ دل

بہ بیداریش فتنہ بر خد و خال بہ خواب اندرش پای بندِ خیال(۱۰)

(ترجمہ) تیرا اپنے جیسے آب و گِل سے بنے ہوئے سے عشق، تمہارا صبر اور دل کا چین چھین لے گا۔ تیرے وجود پر اس فتنے کا جاگنا، تیری سوچ اور فکر کے سو جانے کے برابر ہے۔

عقل و عشق:

عشق اور عقل کے درمیان بحث بڑی پُرانی اور دلچسپ ہے۔ اکثر شاعروں نے اس بحث کو اپنے کلام کا حصّہ بنایا ہے۔ حضرت سلطان باہُوؒ نے بھی عقل اور عشق کے درمیان فاصلے کو موضوع بحث بناتے ہوئے فرمایا ہے، بیت:

عشق عقل وچ منزل بھاری، سیاں کوہاں دے پاڑے ہُو جیہناں عشق خرید نہ کیتا، دوہیں جہانیں مارے ہُو (۱۱)

(ترجمہ) عشق اور عقل کے درمیان کئی منازل ہیں اور کئی کوسوں کا فاصلہ ہے، اور جنہوں نے زندگی میں عشق کا سودا نہ کیا وہ دونوں جہانوں میں مارے گئے۔

شیخ سعدیؒ بھی عشق کو عقل پر فوقیت دیتے ہوئے اسے دن اور روشنی قرار دیتے ہیں اور عقل کو رات اور تاریکی، جو انسان کو پستی کی طرف لے جاتی ہے۔ فرماتے ہیں، بیت:

مرد را راہ بہ حق عقل نماید یا عشق　　　این درِ بستہ تو بگشای کہ بابی ست عظیم
عقل را فوق تر از عشق توان گفت؟ بگو　　　چون ترا روز وشب این ہر دو حریفند وندیم (۱۲)

(ترجمہ) آدمی کو حق کا راستہ عقل دکھاتی یا عشق۔ اس بند دروازے کو تو ضرور کھول کیوں کہ یہ ایک عظیم باب ہے۔ اس ضمن میں کوئی عقل کو فوقیت دے تو دے۔ لیکن یہ دونوں آدمی کے لیے رات اور دن کی طرح ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھی بھی ہیں اور حریف بھی۔ یعنی بظاہر ساتھ ساتھ ہیں، لیکن ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک تاریکی ہے اور دوسرا نُور۔

مذکورہ بالا مثالوں کی روشنی میں، کہا جا سکتا ہے کہ حضرت سلطان باہوؒ اور شیخ سعدی شیرازیؒ، دونوں بزرگ عقل کی نسبت عشق کو افضل قرار دیتے ہیں اور کسی نے بھی عقل کی نکوہش نہیں کی۔ حضرت سلطان باہوؒ کے مطابق جس نے محض عقل کا سہارا لیا وہ دونوں جہانوں میں مارا گیا اور اسی طرح شیخ سعدی شیرازیؒ کے مطابق محض عقل رات اور تاریکی ہے۔

عاشق کا سوز وگداز اور فنا پسندی:

حضرت سلطان باہوؒ عشق میں سوز وگداز اور فنا کے قائل ہیں لکھتے ہیں، بیت:

عشق دی بھاہ، ہڈاں دا بالن، عاشق بیٹھ سکیندے ہُو　　　گھت کے جان جگر وچ آرا، ویکھ کباب تلیندے ہُو (۱۳)

(ترجمہ) عشق کی آگ اور ہڈیوں کا ایندھن، عاشق اس میں جلتے رہتے ہیں اور اس آگ کو تاپتے رہتے ہیں۔ اور اپنی جان اور جگر میں آری ڈال کر جگر کو الگ کرتے ہیں اور اس کے کباب بناتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

عشق جنہاں دے ہڈیں رچیا، رہندے چپ چپاتے ہُو　　　لُوں لُوں دے وچ لکھ زباناں، پھردے گنگے باتے ہُو (۱۴)

(ترجمہ) عشق جن کی ہڈیوں میں رچ بس گیا ہے وہ ہمیشہ خاموش رہتے ہیں۔ حالانکہ ان کے روئیں، روئیں میں لاکھوں زبانیں چھپی ہوئی ہیں لیکن وہ پھر بھی گونگے بنے پھرتے ہیں۔

شیخ سعدیؒ نے بھی عاشق کے سوز وگداز اور فنا پسندی کو ایک پروانے کی دلچسپ تمثیل کی صورت میں بیان کیا ہے، ابیات ملاحظہ ہوں:

کسی گفت پروانہ کای حقیر　　　برو دوستی درخورِ خویش گیر
نگہ کن کہ پروانۂ سوز ناک　　　چہ گفت؟ ای عجب گر بسوزم چہ باک
مرا چون خلیل آتشی در دل است　　　کہ پنداری این شعلہ بر من گل است
اجل ناگہی در کمینم کشد　　　ہمان بہ کہ آن نازنینم کشد (۱۵)

(ترجمہ) ۱۔ کسی نے پروانے سے کہا کہ اے حقیر! جا اور کسی اپنے جیسے سے دوستی کرو۔
۲۔ دیکھیے کہ جل مرنے والے پروانے نے کیا جواب دیا؟ کہ اگر مر جاوں تو اس میں کیا عجب اور کونسا خوف ہے؟

۳۔ میرے دل میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرح، عشق کی آگ ہے۔ تو سمجھا ہے کہ عشق کا یہ شعلہ بس مٹی ہے۔

۴۔ اجل جو میری گھات میں ہے، اچانک مجھے مار دے گی۔ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ میری نازنین یعنی شمع مجھے مار دے۔

زبان بندی اور صبر کی تلقین:

حضرت سلطان باہُوؒ نے اپنے کلام میں جا بجا عشق کی وادی کو پُر خار اور پتھریلی قرار دیا ہے اور عاشق کو تلقین کی ہے کہ وہ ان مشکلات میں آہ و بکا کرنے کی بجائے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ کہتے ہیں:

گِلہ، اُلاہمہ، بھنڈی، خواری، یار دے پاروں سہیے ہُو   قادر دے ہتھ ڈور اساڈی، جیوں رکھّے تیوں رہیے ہُو (۱۶)

(ترجمہ) محبوب کی خاطر اوروں کے شکوے، شکایتیں، لڑائی، جھگڑے اور خواری برداشت کرنی پڑتی ہے۔ ہماری ڈور جس قادرِ مطلق کے ہاتھ ہے، وہ ہمیں جس حال میں رکھّے، ہمیں اسی حال میں رہنا چاہیے۔

حضرت سلطان باہُوؒ، ایک دوسرے شعر میں عاشق کو صبر کی تلقین کچھ یوں کرتے ہیں، بیت:

عاشق ہوویں تے عشق کماویں، دل رکھ وانگ پہاڑاں ہُو   لکھ لکھ بدی، ہزار اُلاہے، جانیں باغ بہاراں ہُو (۱۷)

(ترجمہ) اگر تو عاشق ہو جائے تو تجھے عشق کے حصول کے لیے اپنا دل پہاڑوں کی طرح مضبوط رکھنا چاہیے۔ دوسرے لوگ لاکھ تمہاری بُرائیاں بیان کریں اور ہزاروں شکایتیں بیان کریں تجھے یہ سب کچھ باغ اور بہاروں کی طرح محسوس ہونا چاہیے۔

ایک اور مقام پر عاشق کی مشکلات پر، سلطان باہُوؒ اسے دلاسہ دیتے ہوئے یُوں فرماتے ہیں، بیت:

پٹ پٹ اٹّاں وٹّے مارن، دردمنداں دے کھوری ہُو   راز ماہی دا جانن عاشق باہُوؒ، کی جانن لوک اتھوری ہُو (۱۸)

(ترجمہ) عشق کا درد رکھنے والوں کو، اس درد کے دشمن، اینٹیں اور پتّھر مارتے ہیں۔ کیوں کہ محبوب سے عشق کی لذّت کا راز صرف عاشق ہی جانتا ہے۔ یہ جاہل لوگ نہیں جانتے۔

شیخ سعدیؒ نے بھی عشق کے میدان کی سختیوں کا بڑا کھل کے تذکرہ کیا ہے۔ وہ ان مشکلات پر صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں، بیت:

دما دم شرابِ الم در کشند   و گر تلخ بینند دم در کشند (۱۹)

(ترجمہ) عاشق ہمیشہ دُکھوں کی شراب پیتے رہتے ہیں اور اگر اس میں وہ کوئی سختی محسوس کرتے ہیں تو وہ اپنے ہونٹوں پر چُپ کی مُہر لگا لیتے ہیں۔

سعدیؒ ایک اور مقام پر صبر اور اس کی تلخی کے بارے میں بہت خوبصورت بات کرتے ہوئے فرماتے ہیں، بیت:

نہ تلخ است صبری کہ بر یادِ اوست   کہ تلخی شکر باشد از دستِ دوست (۲۰)

(ترجمہ) عاشق اپنے محبوب کی یاد میں جو صبر کرتے ہیں وہ ان کے لیے تلخ نہیں ہوتا بلکہ یہ تلخی محبوب کی بدولت ان کے لیے شکر کی طرح میٹھی ہوتی ہے۔

اختتامیہ:

حضرت سلطان باہوؒ اور شیخ سعدی شیرازیؒ، نے عشق کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں اپنا اپنا نکتہ نظر پیش کیا ہے، ان پہلوؤں میں سے، عشق کے بارے میں حسب ذیل پانچ پہلوؤں کا تقابلی جایزہ پیش کیا گیا ہے:

عشقِ حقیقی؛ عشقِ مجازی؛ عقل وعشق؛ عاشق کا سوز و گداز اور فنا پسندی؛ عاشق کو زبان بندی اور صبر کی تلقین۔

اس تقابلی جایزے کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ہم اس نتیجے تک آسانی سے پہنچ سکتے ہیں کہ حضرت سلطان باہوؒ اور شیخ سعدی شیرازیؒ کے فلسفۂ عشق میں بڑی گہری مماثلت پائی جاتی ہے، کیوں کہ دانشمندوں کا قول ہے کہ "عظیم لوگ ایک جیسا سوچتے ہیں"(Great people think alike)

حوالہ جات:

(۱) احمد سعید، شرح ابیات سلطان باہوؒ، ص۱

(۲) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج11، ص۱۶۶۔۱۶۷

(۳) پرویز اتابکی، برگزیدہ و شرح آثار سعدی، ص۱

(۴) احمد سعید، ایضاً، ص۴۶۱

(۵) سعدی، کلیات، موسسہ انتشاراتِ امیر کبیر، ص۲۹۰

(۶) ایضاً، ص۲۹

(۷) احمد سعید، ایضاً، ص۴۴۱

(۸) سعدی، ایضاً، ص۲۷۹

(۹) حسرت، چنبے دی بُوٹی، ص۲۶۱

(۱۰) سعدی، ایضاً، ص۲۷۹

(۱۱) اسلم رانا، ڈاکٹر محمد، ابیات باہوؒ، ص۲۴

(۱۲) سعدی، ص۸۸۸

(۱۳) احمد سعید، ایضاً، ص۱۳۴

(۱۴) ایضاً، ص۳۰۲

(۱۵) سعدی، ایضاً، ص۲۹۴

(۱۶) عادل، پنجابی صوفی شاعراں دا عارفانہ کلام، ص۱۳

(۱۷) احمد سعید، ایضاً، ص۲۹۴

(۱۸) عادل، ایضاً، ص۱۶

(۱۹) سعدی، ایضاً، ص۲۷۹

(۲۰) ایضاً

مآخذات:

۱۔ احمد سعید ہمدانی، سیّد، شرح ابیات سلطان باہوؒ، زاویہ پبلشرز لاہور، ۲۰۱۳ء

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج۱۱، دانشگاہ پنجاب لاہور، ۱۹۷۵ء

۳۔ اسلم رانا، ڈاکٹر محمد، مرتب ابیات باہوؒ، عزیز پبلشرز لاہور، ۱۹۸۸ء

۴۔ پرویز اتا بکی، برگزیدہ و شرح آثار سعدی، نشر و پژوہش فرزان، ۱۳۷۳خورشیدی

۵۔ حسرت، پروفیسر محمد یونس، چنبے دی بوٹی، ترجمہ و ترتیب ابیات باہوؒ، بک ہوم لاہور، ۲۰۰۵ء

۶۔ سعدی، کلیات، موسسہ انتشارات امیر کبیر تہران، ۱۳۲۵خورشیدی

۷۔ عادل، الیاس، پنجابی صوفی شاعراں دا عارفانہ کلام، الفیصل لاہور، ۱۹۹۲ء